ماخوذ از رسالہ سیاست جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

عہد نبوی کی سیاست کاری کے اصول

از

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی، ایچ، ڈی، ڈی لٹ

ناشر

سید عبد القادر اینڈ سنس تاجران کتب چارمینار حیدرآباد
دکن

مطبوعہ

قیمت

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز

عہدِ نبویؐ کی سیاست کاری کے اصول

از

جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی، ایچ، ڈی، ڈی، لٹ

ایک شخص جس کو وطن میں جان کے لالے پڑے ہوں، صرف ایک رفیق کے ساتھ غاروں میں چھپتا، نامانوس اور دشوار گزار راستوں پر چلتا، سینکڑوں میل دور جا پناہ گزین ہوا ہو، وہ دس ہی سال بعد جب انتقال کرتا ہے تو دس لاکھ مربع میل[۱] کے علاقے پر حکمران ہو چکا تھا۔

پھر اس علاقے میں جہاں اس سے پہلے کبھی سیاسی مرکزیت آئی ہی نہ ہو اور ملک قبائلی سطح تمدن سے بلند نہ ہو سکا ہو، اس نراج میں ایک راج قائم کرے اور بغیر نمونے کے ایک باقاعدہ مملکت کی ضرورت کی ہر چیز رائج کرے اور ایک ایسی حکومت قائم کرے جس کا آغاز ایک شہر کے چند محلوں سے ہو اور جو (۲۷) ہی سال میں دنیا کی دو عظیم ترین شہنشاہتوں[۲] سے وقت واحد میں لڑ کر اور بیسیوں دیگر سلطنتوں کو شکست دے کر ایشیاء، افریقا اور

---

[۱] آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت پورا جزیرۂ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین آپؐ کے زیر نگین آچکا تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:- Hamidullah, Documents sur la Diplomatie Musulmane.

[۲] ایرانی اور بزنطینی حکومتیں اس وقت کی دو عالمگیر سلطنتیں world powers تھیں

یُورپ[۱] کے تین برّاعظموں پر پھیل جائے،

اِس سیاست کا مطالعہ صرف ایک عظمت ماضیہ کا مطالعہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک ایسی شخصیت کے کارناموں کا مطالعہ ہے جس کے ہر قول و فعل کو اب بھی دنیا کی چوتھائی آبادی اپنا قانون اور اپنا اُسوۂ حسنہ سمجھتی ہے۔ اگرچہ اِنسانوں کا یہ گروہ دُنیا کی چوتھائی آبادی ہی پر مشتمل ہے لیکن ایک تو یہ "مشارق الارض" سے "مغارب الارض" تک پھیلا ہوا ہے[۲] دوسرے پُرانی دنیا کی اکثر اہم شاہراہوں پر سیاستہً نہیں تو سکونتہً قابض ہے[۳] تیسرے زیادہ تر جنگی نسلوں پر مشتمل ہے[۴] چوتھے عظیم الشان اور قابل رشک تاریخ رکھتا ہے۔

---

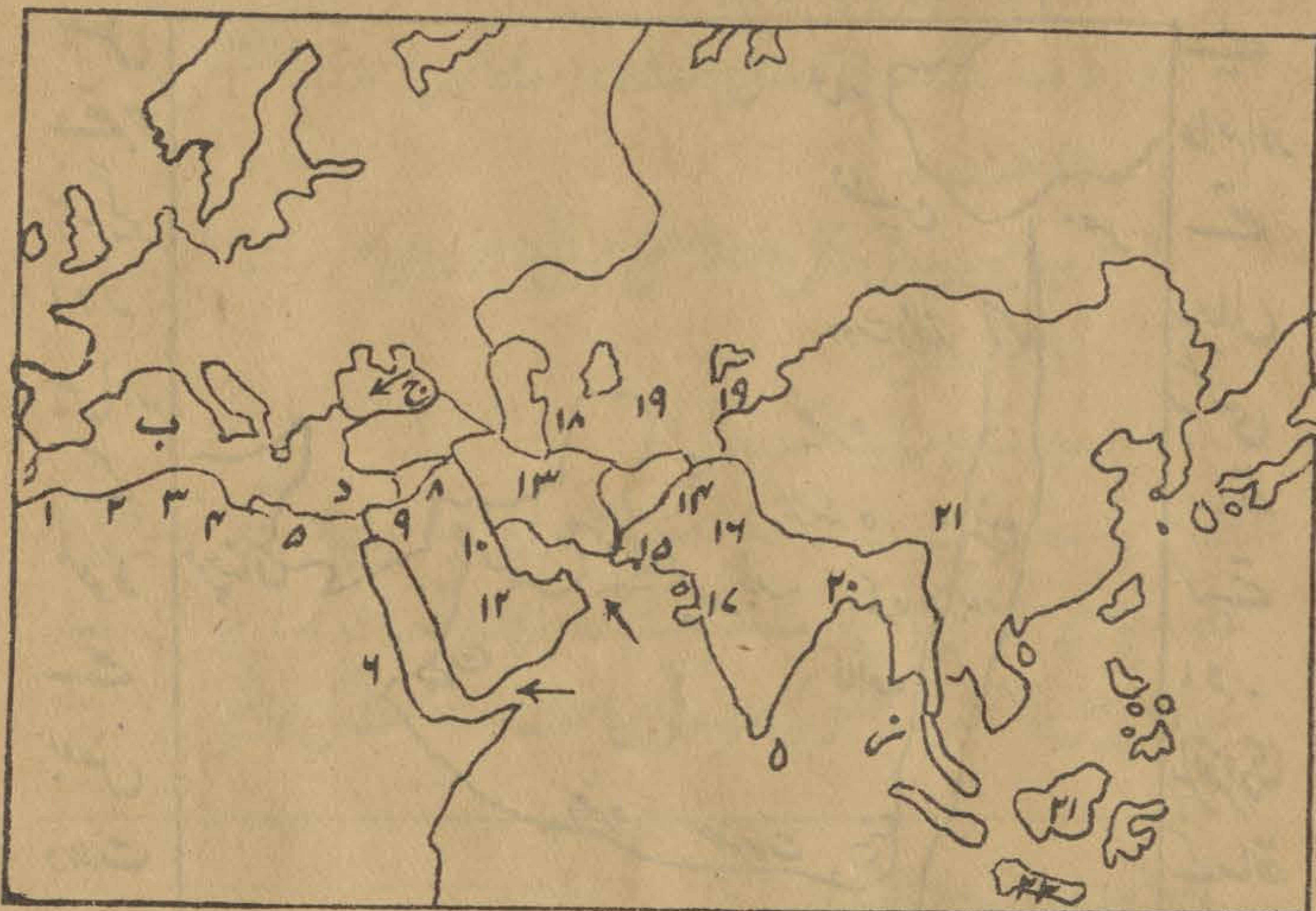
[۱] تاریخ طبری میں ۲۷ھ کے واقعات کے تحت تفصیل سے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اُندلس (اِسپین) پر حملہ مذکور ہوا ہے۔ گبن نے بھی یوروپی ماخذوں سے اس کی توثیق کی ہے۔ Decline and Fall مطبوعہ آکسفرڈ یونیورسٹی پریس ج ۵ ص ۵۵۵۔ یہ فوجیں مزید کمک نہ ملنے کے باوجود وہیں مقیم رہیں تاآن کہ ۹۲ھ میں طارق و موسیٰ بن نصیر نے آکر فتح کی تکمیل کی۔ ایشیا، اور اَفریقا میں ترکستان سے تونس تک اور آرمینیا سے بلوچستان بلکہ سندھ تک عربی قبضہ ہو چلا تھا۔

[۲] دیکھئے نقشے میں مراکش، الجزائر، تونس، طرابلس، مصر و سودان، ترکی و شام و حجاز، عراق و ایران، افغانستان، پنجاب و سندھ، ترکستان، بنگال، پُنان، ملایا۔

[۳] دیکھئے نقشے میں آبنائے جبل الطارق، آبنائے طرابلس، آبنائے واردنیل و بوسفورس نہر سویز، آبنائے باب المندب، آبنائے عمان، آبنائے ملاقہ۔

[۴] عرب، ترک، پٹھان بلوچی وغیرہ مراد ہیں جن کی تعداد بیس کروڑ سے کم نہیں ہے۔ ملایا میں سرکاری اعداد کے موافق ساڑھے چھے کروڑ مسلمان ہیں۔ ان کو خارج رکھا گیا ہے۔

جس کے پچھلے کارہائے نمایاں ہمیشہ اِمکانات کے خوش آئند ارادے اور
ولولے پیدا کئے بغیر نہیں رہ سکتے، پانچویں یک نسلی نہ رکھنے کی وجہ سے ہمیشہ
اس کا کوئی نہ کوئی جزء "میقاتی اِنحطاط" کو ختم کرکے نئی زندگی کا ثبوت دیتا رہتا
ہے، چھٹے ابھی تک اُس کا پھیلاؤ رکا نہیں اور اِنتہائی ناسازگار رہتا ہوں

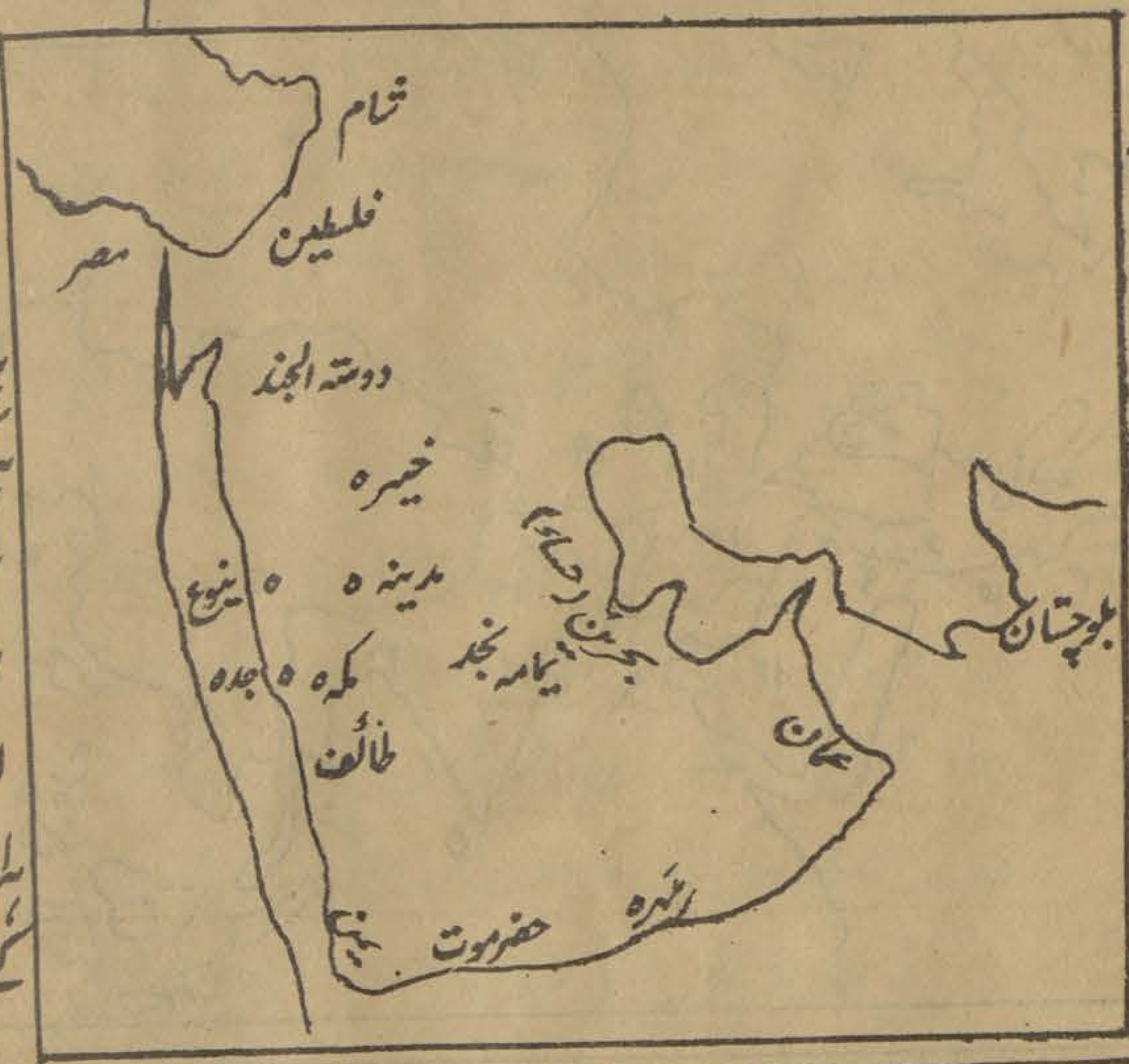


ا۔ جبل الطارق۔	علامات:- (۱) مراکش	(۸) شام	(۱۵) بلوچستان
ب۔ آبنائے طرابلس	(۲) الجزائر۔	(۹) فلسطین	(۱۶) کشمیر و پنجاب
ج۔ بوسفورس	(۳) تونس	(۱۰) عراق	(۱۷) سندھ۔
د۔ سویز	(۴) طرابلس	(۱۱) قفقاز	(۱۸) بخارا۔
ہ۔ باب المندب	(۵) مصر۔	(۱۲) عرب	(۱۹) ترکستان
و آبنائے عمان	(۶) سوڈان	(۱۳) ایران۔	(۲۰) بنگال و آسام
ز۔ آبنائے ملاقہ	(۷) ترکی	(۱۴) افغانستان	(۲۱) بنان
			(۲۲) ملایا و جاوا۔

ہیں زبردست ترین اور منظم حریفوں[1] کو شکست دے رہا ہے اور ساتویں اس کے پرانے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کے قاعدے متمدن ممالک میں بھی ضروریات حاضرہ کے مطابق خیال کئے جا رہے ہیں[2] وغیرہ وغیرہ۔

عہد نبوی کی سیاست خارجہ کے اصول دو حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں

بعض تھے جو ہمہ گیر اور ہیں اور کے ملحوظ تھے بعض وحدت



ایسے عام اور تھے۔ ہر حال ہر کسی ساتھ رہتے اور یہ ہر انفرادی کے ساتھ

---

[1] مثلاً جنوبی افریقہ میں۔ گوا جیسے متعصب کیتھلک علاقے میں نو مسلم موجود ہیں۔ نو مسلم نیپالی بھی نایاب نہیں ہیں۔

[2] مثلاً ہندوستان میں یہ ایک عجیب نظارہ ہے کہ بعض قومیں قانون کے ذریعے اپنے مذہب کو بدل رہی ہیں تو مسلمان شریعت ایپلیکیشن ایکٹ وغیرہ کے ذریعے رواج کے زنگار کو دور کر رہے ہیں پاریس کے پروفیسر ماسینیوں نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھا ہے کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کا تصادم اس تمدن کے لئے امکانات بڑھا دیتا ہے جو سود کو حرام سمجھتا ہے۔

بدلے ہوئے تھے۔ اور یہ ناگزیر بھی تھا کہ:۔

۱۔ اپنے ظالم وطن مکہ

۲۔ عرب کے غیر عربی عناصر خاص کر یہودی قبائل۔

۳۔ خانہ بدوش عرب قبائل۔

۴۔ عرب کے حضری زندگی رکھنے والے شہر یا شہری مملکتیں[ل] مثلاً طائف۔

۵۔ عرب میں بیرونی دخل انداز یعنی ایرانی اور رومی صوبے، محفوظات، نوآبادیاں وغیرہ۔

۶۔ عرب کے ہمسایہ ممالک۔

وغیرہ میں سے ہر ایک کے ساتھ آنحضرت صلعم کی "سیاست کاری[ٹ]" خصوصی مسائل سے دوچار ہوا اور اُن کو حل کرنے کے لئے وہ ہر جگہ الگ اور بدلی ہوئی رہے۔ سطور ذیل میں آنحضرت صلعم کی صرف مکی سیاست سے بحث کی جائیگی۔

لہ (City-States)

ٹہ Diplomacy کی اصطلاح خود یوروپی زبانوں میں اپنے لغوی معنوں سے بہت دور جا پڑی ہے۔ بعض وقت اس سے مراد محض سفارتی تعلقات ہوتے ہیں، بعض وقت اس سے مراد سیاستِ خارجہ ہوتی ہے، اور بعض وقت سفیروں اور وزرائے خارجہ کی کارکردگی مراد ہوتی ہے۔ اِسی آخری مفہوم کے لئے "سیاست کاری" کا لفظ برتا گیا ہے جو مکرم ڈاکٹر یوسف حسین خان صاحب کا تجویز کردہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ یہ لفظ کام دے سکے لیکن لفظ قابل اشتقاق ہونے اور مفہوم کو اچھی طرح واضح کر سکنے کی بناء پر کافی کارآمد معلوم ہوتا ہے۔

مکہ کی اہمیت

شہر مکہ کا، قدیم جغرافیہ نگاروں کے الفاظ میں، "ناف ارض" پر ہونا، چاہے اسلام کی عالمگیر توسیع میں کتنا ہی ممد و معاون رہا ہو، لیکن یہاں زمانہ ہائے مابعد سے ہمیں کوئی بحث نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ عہد نبوی میں اس کو کیا اہمیت حاصل تھی۔ ہمیں ان مشنری پادریوں کا لحاظ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جو مصلحۃً مکہ اور مکے والوں کو کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتے۔ اسی طرح ان روحانی عظمتوں یا دیگر لاحاصل قصوں سے بھی یہاں سروکار نہیں جو کرۂ ارض کے بننے میں مکے کے حصے وغیرہ سے متعلق ہیں۔

شہر مکہ میں جو عرب بستے تھے وہ قریش کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اُن کے تجارتی تعلقات کی اہمیت کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ چونکہ اُس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اور ہر قبیلہ اپنے رہنے سہنے کے جنگلوں، پہاڑوں میں انتہائی خود مختاری برتتا تھا اور اُس کے علاقے سے گذرنے کے لیے زمانۂ حال کے پاسپورٹوں سے بھی زیادہ دشواریاں تھیں اس لیے کاروانوں کے سفر کرنے اور بین الممالک تجارت کے عرب سے گذرنے کے لئے خفاروں اور بدرقوں کا ایک وسیع اور ترقی یافتہ نظام وجود میں آگیا تھا۔ اس نظام نے عرب میں سیاسی تو نہیں لیکن ایک معاشی وفاق ضرور قایم کر دیا تھا۔ اس وفاق میں قریش کے موقف کا اندازہ مشہور مورخ محمد بن حبیب (فوت ۲۴۵ھ) کے اُس بیان سے ہو سکتا ہے:۔

"ہر تاجر جو یمن یا حجاز سے وہاں [دومۃ الجندل جو عرب کے شمال میں ہے] جانا چاہتا تو جب تک قبائل مُضر کے علاقے سے گذرنا ہو، قریشی خفارے

کے خدمات حاصل کرتا کیونکہ نہ تو کوئی مضری اور نہ مضریوں
کا کوئی حلیف قریشی خفارے کو تکلیف دیتا۔ چنانچہ قبائل
کلب (بنی الجشم سے حلیفی کے باعث) اور قبائل طی[1]
(بنی اسد سے حلیفی کے باعث) قریشیوں کو نہیں چھیڑتے
تھے۔ قبائل ربیعہ کے پورے علاقے میں تاجر اپنے لئے
بنی عمرو بن مرشد کا خفارہ حاصل کرتے تھے ......
بحرین کے صدر مقام المشقر کو جانے کے لئے بھی قریشی
خفارہ حاصل کیا جاتا تھا .... جنوبی عرب میں
مہرہ جانے کے لئے بنی محارب کا خفارہ لیا جاتا تھا ....
حضر موت کے سوق رابیہ جانے کے قریشی کاروان
بنی آکل المرار کے خدمات حاصل کرتے تھے ......
جس کے باعث آکل المرار جلد اپنے حریفوں پر غالب ہو گیا
.... عکاظ عرب کا سب سے بڑا سالانہ میلہ تھا جس میں
تمام عرب کے قبائل سامان لاتے تھے مثلاً قریش، ہوازن
غطفان، عضل، دیش، جبار، مصطلق،
احابیش وغیرہ[2]

---

[1] عربی ادبیات میں قبیلۂ طی لٹیروں کی حیثیت سے ضرب المثل ہے۔ یہ عربوں کے "اشہر حرم" تک کی پروا نہیں کرتا تھا۔ پروفیسر کرنیکو نے لکھا ہے کہ اس قبیلے کے لوگ زیادہ تر عیسائی تھے۔ اسی لئے عربی بدویوں کے معتقدات کی وہ پابندی نہ کرنے پر قابل ملامت نہیں لیکن لوٹ مار نہ کرنے کی مخالفت اچھی عیسائیت ہے!

[2] کتاب المحبّر (مخطوطۂ برٹش میوزیم)، باب "اسواق العرب"۔

اس کے سوا، زمانۂ جاہلیت میں قریش اپنے حج کے سلسلے میں مکّے کے مضافات میں منا میں جمع ہوتے تھے۔ ۱۳ ق ھ میں بیعت عقبہ کے سلسلے میں مورخین نے ذکر کیا ہے کہ اہل مدینہ سے ملنے سے پہلے آنحضرت صلعم پندرہ قبائل کے پڑاوؤں میں تبلیغ کے لئے گئے تھے۔ ان میں سے کندہ عرب کے انتہائی جنوب میں رہتے تھے۔ کلب انتہائی شمال میں دومتہ الجندل میں بستے تھے۔ بنی حنیفہ بحرین کے پاس انتہائی مشرق میں آباد تھے۔ ان کے علاوہ وہاں یمن کے، مدینے کے، غرض عرب کے ہر حصے کے لوگ آتے تھے اور یہ ہر سال ہوتا تھا۔

غالباً یہی وجہ تھی کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا تو ۹ھ تاریخ اسلام میں "عام الوفود" (سفارتوں کا سال) کے نام سے مشہور ہوا کیونکہ عرب کے ہر حصے سے مدینے میں سفارتیں ٹوٹ پڑیں اور فاتح مکہ کے مذہب اور فاتح مکہؐ کی حکومت کو ماننے کا اعلان کرتی گئیں اور یہ سفارتیں بھی عرب کے ہر حصے سے آئی تھیں۔

جیسا کہ اوپر عرض ہوا، سیاست نبویؐ کے چند اصول عام اور ہمہ گیر تھے پہلے انھیں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ مکے سے مقابلہ کرنے میں بھی اتنے ہی ملحوظ رہے جتنے دیگر سیاسی وحدتوں کے سلسلے میں۔

۱۔ تبلیغ رسالت

سب سے پہلا اصول جو ہر حالت میں پیش نظر رہا وہ یہ تھا کہ جس مشن اور مقصد کو لے کر آپؐ اُٹھے تھے اُس کی اشاعت ہو۔ اس غرض کے لئے مالی منفعت اور خواہشِ انتقام کو نظر انداز کرنا بھی گوارا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب

آنحضرت صلعم نے شہر مکّہ کو بلا شرط اور بزور فتح کر لیا تو یہ بہت آسان تھا کہ اس مالدار شہر کو آپ لوٹ لیتے اور مہاجرین کی مغصوبہ جائدادوں اور دیگر کثیر جسمانی اور مالی نقصانوں کا بدلہ لیتے۔ ابوسفیان گرفتار ہو کر ہاتھ آئے تو کچھ نہیں تو اُن سے چند ہزار کا فدیہ ہی طلب کرتے۔ اس کی مزید مثالیں جمع کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

۲۔ اَندرونی اِستحکام

کوئی بڑی سی بڑی سلطنت بھی جو سخت اندرونی خلفشار میں مبتلا ہو، اکثر حقیر اور کمزور دشمنوں تک کا مقابلہ نہیں کر سکتی تاریخ عالم اِس کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں اِس اُصول مسلّمہ کا بیان مقصود نہیں ہے بلکہ یہ دکھانا ہے کہ ناگزیر باہمی اِختلافات کو کس طرح رُوکا یا دور کیا جاتا تھا اور کس طرح اِختلافات کو مٹانے سے اپنی قوت میں اِضافہ ہوتا تھا۔

جس وقت آنحضرت صلعم ہجرت کر کے مدینہ آئے ہیں تو مسلمانانِ مدینہ اُوس اور خزرج کے دو رقیب اور خون کے پیاسے گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور ابھی بُعاث کی معرکہ آرائی کا خون بھی خشک نہیں ہوا تھا۔ ان دونوں متصادم قوتوں کی سرداری کوئی قابل رشک حالت نہیں کہی جا سکتی جس طرح آج اِسلامی مُبلغین کو ممالک متحدہ امریکا میں ایک حل نہ ہونے والی گتھی سے سابقہ ہے کہ وہاں حبشیوں میں تبلیغ کرو تو وہ کہتے ہیں آمنّا لیکن آپ گوروں کی لینچنگ پر اُتر آنے والی ننگ اِنسانیت قوم کو اِسلام کے برکات سے ہرگز متمتع نہ ہونے دیجئے۔ اور گورے نومسلم نہیں چاہتے

کہ حبشی بھی مسلمان ہو کر اُن سے سماجی مساوات حاصل کرلیں۔

عرب کے خانہ بدوش بدو آج بھی اپنے حضری اور بستیوں میں رہنے والے بھائیوں کو سخت حقارت سے دیکھتے ہیں۔ عہد نبویؐ میں تو حضری آبادی آج سے بھی کم تھی۔ فوجی مہموں میں بدوی رضاکاروں کا ضبط جیسی صبر آزما چیز ہوگی محتاج بیان نہیں۔

سب سے مقدم یہ کہ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں ایک نراج تھا ایک شہری مملکت تک نہیں پائی جاتی تھی چند مدنی عرب قبائل مسلمان ہو گئے تھے اور چند میں ابھی تک اسلام پوری طرح نہیں پھیلا تھا۔ اُن کے ساتھ ہمسائے میں ہزاروں کی تعداد میں یہودی رہتے تھے جو زراعت، تجارت، صنعت غرض جملہ معاشی زندگی پر حاوی تھے۔ ان میں بھی آپس میں خونریز اور آہٹ رقابتیں تھیں اور اُن کا اپنا ایک مذہب اور تمدن تھا اور اُن کے اسلام قبول کرنے کی اتنی بھی توقع نہ تھی جتنی لامذہب بدوؤں کی۔ ان سب کے ساتھ سیکڑوں مہاجرین تھے جو مکّے کے بیسیوں قبائل سے تعلق رکھتے تھے ان تمام عناصر میں ایک وفاقی وحدت پیدا کرنا اور مدینے میں ایک شہری مملکت قائم کر کے اُس کا ایک دستور مرتب کرنا اور اُس کے ذریعے راعی و رعایا کے حقوق و فرائض کا تعین کرنا اور پھر ان تمام متصادم اور ضائع ہونے والی توانائیوں کو ایک مرکز پہ لا کر اُن سے مفید کام لینا یہ ابتداءً سیاست خارجہ ہی کے مسائل تھے اور طے ہو چکنے کے بعد اندرونی مسائل بن گئے۔

مدینے کی حفاظت کے لئے علاوہ اس اندرونی استحکام کے اس کی ضرورت تھی کہ آس پاس کے قبائل سے دوستی کی جائے، چنانچہ ہجرت

کے چند مہینے بعد ہی آنحضرت صلعم مدینے کے جنوب مغربی اور ساحل سے متصل علاقے کا بار بار دورہ شروع کرتے ہیں اور ینبوع وغیرہ میں رہنے والے قبائل سے حلیفی کرتے ہیں کہ اُن پر کوئی حملہ کرے تو مسلمان اُن کو مدد دیں گے اور مسلمانوں پر کوئی حملہ کرے تو یہ مدد کو آئیں گے۔ بعض معاہدات میں آنحضرت صلعم کے دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے کی شرط منظور کی گئی تھی، بعض میں اتنی پابندی بھی نہ تھی اور قبیلہ غیر جانبدار رہنے پر آمادہ ہوا تھا، بعض میں مسلمانوں کی دینی لڑائیوں میں اُن قبائل کو مدد دینے کی پابندی سے مستثنا کیا گیا تھا۔ بہر حال مدینے کے چاروں طرف دوستوں میں اضافہ اور مخالفوں میں کمی کی مسلسل کوشش جاری رہی۔

ایک اور اُصول یہ قرار دیا گیا تھا کہ عرب میں جو شخص یا خاندان یا قبیلہ مسلمان ہو وہ ہجرت کرکے مدینہ یا مضافات میں آبسے۔ یہ سیاست فتح مکہ تک باقی رہی (لا ہجرۃ بعد الفتح مشہور حدیث اسی سیاست کے اختتام کا اعلان تھی) اور بہت کم اُس سے استثنا منظور کیا جاتا تھا۔ اس سیاست کا نتیجہ دوگونہ تھا مسلمان فوج کے لئے محفوظ رضاکاروں میں روزافزوں اضافہ اور ان نومسلموں میں اسلام کی گہرائی۔

۳۔ انسانی خون کی عزّت

عہدِ نبویؐ میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا جس میں یقیناً کئی ملین آبادی تھی۔ اس طرح روزآنہ تقریباً (۲۷۴) مربع میل کے اوسط سے دس سال تک فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے وفات تک جاری رہا۔

اِن فتوحات میں دشمن کا ماہانہ ایک آدمی قتل ہوا، اِسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے[۱] ایک حدیث میں ارشاد نبوئؐ ہے انا نبی الرحمۃ انا نبی الملحمۃ (میں رحمت کا پیغمبر ہون، میں جنگ کا پیغمبر ہوں) اس کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ دشمن کے (۷۰) آدمیوں کا مارا جانا۔ (جنگِ بدر میں) سب سے بڑی تعداد ہے یاد رہے کہ یہ عہد نبویؐ کی سب سے پہلی جنگ تھی۔

۴۔ فنون حرب کی ترقی و اِستفادہ

دشمن کو بے بس کر دینے اور ساتھ ہی خونریزی کو کم ترین حد تک گھٹا دینے کے لئے ایک ہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ فنون حرب میں اتنا کمال حاصل کیا جائے کہ حریف مقابلہ ہی نہ کر سکے۔ اِس غرض کے لئے ہر اچھی چیز، چاہے کسی ملک کی ہو، اِختیار کی گئی۔

عربوں میں صف بندی کا رواج نہ تھا۔ جوش کا بے وقت اور بے محل اِستعمال اور اسلحہ کا بیکار خرچ بھی عام چیز تھی۔ جنگ بدر ہی سے آنحضرت صلعم نے اپنے سپاہیوں میں صف بندی شروع کر دی تھی اور معاینے میں جو آگے پیچھے نظر آتا تھا اُسے درست کیا جاتا تھا (حوالہ ابن حشام) فتح مکہ کے وقت تو صف آرائی ایک مخصوص اَفسر کے سپرد ہو گئی تھی جو وازع کہلاتا تھا (حوالہ طبری) ہر فوج کا مہم پر روانگی سے پہلے شہر کے باہر معاینہ (عَرض)

---

[۱] کچھ اور تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب "قانون بین الممالک" ص (۲۰)۔

ہوتا تھا اور کم عمر رضا کار یا سواری یا اسلحہ نہ رکھنے والے یا اور طور پر نامناسب افراد (مثلاً مشرکین، یہودی وغیرہ) واپس کردیئے جاتے تھے (حوالہ ابن سعدؔ ابن ہشام، طبری وغیرہ) جنگ بدر میں صف آرائی کے بعد جو جامع ہدایات دی گئی تھیں وہ یہ تھیں کہ "جب تک میں حکم نہ دوں کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ دشمن دور ہو تو تیر چلا کر بیکار ضائع نہ کرے بلکہ زد پر آئے تو مارے۔ اس سے قریب آئے تو پتھر پھینک کر مارے۔ اس سے بھی قریب آئے تو نیزہ اور پھر تلوار چلائے۔ وردی کی غیر موجودگی میں اور شبخون کی ضرورتوں کے لئے اسلامی سپاہیوں کے لئے شعاد (واچ ورڈ) مقرر کئے گئے تھے اور ہر دو بدو مقابلے کے وقت سپاہی اسے دہراتا اور حریف وہ لفظ نہ دہراتا تو اطمینان ہوجاتا کہ وہ رفیق نہیں ہے بلکہ دشمن (حوالے ایضاً)۔

خندق کے ذریعہ محصور شہر کی مدافعت اسی اصول کی ایک دوسری مثال ہے چنانچہ جنگ خندق میں شہر مدینہ پر دشمن کو حملہ آور ہونے سے اسی کے ذریعے سے روک کر ناکام واپس کیا گیا۔

خیبر کی لڑائی میں منجنیق سے دشمن کے محصور قلعے میں پتھر برسائے گئے تھے۔ طائف کے محاصرے میں مزید براں دبّابے بھی استعمال کئے گئے تھے جو ترقی پاکر زمانۂ حال میں خود بخود حرکت کرنے والی ٹینک کی صورت میں نظر آتے ہیں۔

دبّابہ ایک پہیئے والی گاڑی ہوتی ہے جس کے اوپر بیل کا یا کوئی اور موٹا چمڑا منڈ دیا جاتا تھا تاکہ تیروں سے اندر رہنے والے آدمیوں کو صدمہ نہ پہنچایا جاسکے۔ فصیلوں کو کھودنے اور مماثل کام کرنے کے لئے اسے

کام میں لایا جاتا تھا۔ طائف میں منجنیق کے علاوہ عرّادہ بھی برتا گیا تھا جو منجنیق ہی کی طرح پتھر وغیرہ دور پھینکتا تھا۔

فوجوں کی مشقیں، گھوڑوں، اونٹوں، گدھوں وغیرہ کی دوڑ، تیر اندازی کے مقابلے اور فوجی اسپورٹ وغیرہ ایک مستقل مضمون کے محتاج ہیں۔ نمازوں کے ذریعے صف بندی، روزے کے ذریعے ہر موسم میں سپاہیوں کو بھوک پیاس کی مشق، حج کے ذریعے عرفات وغیرہ کے بے آب و گیاہ علاقوں میں کوچ اور قیام کی عادت وغیرہ ان کے علاوہ ہیں۔ سرکاری اصطبلوں، محفوظ چراگاہوں اور اسلحہ خانوں کا قیام بھی اسی سلسلے میں قابل ذکر ہے۔

۵۔ خبر رسانی اور ناکہ بندی

ایک اور چیز جو عام تو تھی لیکن جس کا قریش کے سلسلے میں بہت مکمل مظاہرہ ہوا وہ یہ ہے کہ دشمن کی ہر نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر رہیں اور اپنی نقل و حرکت سے اسے آخر وقت تک بے خبر رکھیں۔

اس غرض کے لئے مکّے میں بھی آپ کے نامہ نگار متعین تھے۔ خندق کے معرکے میں قریش نے مدینے کے شمال کے قبائل غطفان وغیرہ کے دس ہزار کے جم غفیر کے ساتھ حملہ کیا تھا۔ اتنا بڑا لشکر عرب میں غیر معمولی بات تھی۔ اتفاق سے اسی زمانے میں آنحضرتؐ عرب کے شمال میں دومۃ الجندل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ آپؐ کا آدھے راستے سے واپس آجانا اور محاصرہ کنندوں کے پہنچنے سے پہلے دو ہفتے کی مہلت پاکر خندق کی کھدائی کو مکمل کرنا

خبر رسانی کے عمدہ انتظام پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح فتح مکہ کی مہم کی تیاری ایک شخص نے مدینہ سے قریش کو لکھ بھیجی تو پیام رسان راستے میں پکڑا گیا۔ اپنی خبروں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ناکوں کی بندش (جس طرق) جتنی مکمل ہو چکی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دس ہزار کا لشکر مدینہ سے مکہ کی طرف چلتا ہے اور مضافات مکہ میں پڑاؤ ڈالنے سے پہلے دشمن کو خبر نہیں ہوتی۔ اس کا ایک، اور طریقہ غلط سمت میں جانے کی خبر مشہور کرنا تھا کہ دشمن مغالطہ میں مبتلا ہو اور غلط سمت میں سفر کر کے چکر کھا کر منزل مقصود پر پہنچنا بھی ہر وقت زیر عمل تھا اور مورخین نے صراحت سے لکھا ہے کہ "صرف تبوک کی مہم میں سفر کی درازی اور موسم کی خرابی کے باعث سپاہیوں سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ کہاں جانا ہے ورنہ ہمیشہ توریہ (دکھاوا) کیا جاتا تھا"

۶۔ معاشی دباؤ

یہ سب جانتے ہیں کہ قریش نے آنحضرت اور آپ کے متبعین کو کسی طرح تکلیفیں دے کر ترک وطن پر مجبور کیا تھا اور کس طرح ان مہاجرین کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ اسی طرح سب لوگ اس سے بھی واقف ہیں کہ قریش کا روزگار زیادہ تر تجارت سے حاصل ہوتا تھا اور تبادلۂ اشیاء کے ذریعے وہ نفع کمایا کرتے تھے اور اس غرض کے لئے سردیوں میں جنوب یعنی یمن وغیرہ کو کاروان لیجاتے تھے اور گرمیوں میں شمال یعنی شام، فلسطین، مصر، عراق وغیرہ جایا کرتے تھے۔

شمالی راستہ اس علاقے سے گزرتا تھا جو مدینہ اور ینبوع کے مابین ہے اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہجرت کے چند مہینے بعد ہی اِس علاقے کے باشندوں سے آنحضرت صلعم نے محالفے پیدا کرنے شروع کر دیئے تھے اور جب اس کی ایک حد تک تکمیل ہو گئی تو قریشی کاروانوں کا راستہ بند کر دیا گیا اور جب وہ زور دکھا کر گزرنے لگے تو ان کے کاروانوں کو حق غنیم کے تحت لوٹ لیا جانے لگا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریش نے ساحلی راستہ مجبوراً ترک کر دیا اور صحراؤں میں سے ہو کر عراق جانے لگے۔ لیکن جلد ہی آنحضرت صلعم کا اثر نجد تک پھیل گیا تو وہ راستہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ قریش کو بحرین اور یمامہ سے بھی غلہ ملتا تھا۔ اِن علاقوں پر اِسلامی اثر کے پھیلنے، خاص کر ثمامہ بن اُثال کے مسلمان ہونے پر غلے کی برآمد مکے کو روک دی گئی تھی۔ (ابن ہشام)

متعدد قیمتی کاروانوں کے لٹنے کے علاوہ ذرائع معیشت کا بند ہو جانا قریش کو مطیع کرنے کا سب سے مقدم اور سب سے موثر ہتیار ثابت ہوا۔

۷۔ غنیم کے دوستوں کو توڑ لینا

دوسری اہم تدبیر یہ اختیار کی گئی تھی کہ مختلف وسائل سے قریش کے دوستوں کو اس دوستی کے توڑنے اور مسلمانوں سے جوڑنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ طریقہ بہت آہستہ چلا مگر بالآخر بہت کارگر ثابت ہوا۔

بیعت عقبہ میں جو مدینے والے مسلمان ہوئے تھے وہ اصل میں قریش سے حلیفی کرنے آئے تھے۔ دستور مملکت مدینہ میں مدینے کے

یہودیوں کو اس شرط پر کسی حملہ آور کے خلاف مدد دینا منظور کیا گیا تھا کہ وہ قریش کو کبھی کوئی مدد نہ دیں، نہ اُن کے جان و مال کو کوئی پناہ۔ اِسی دستور میں مدینے کے غیر مسلم عربوں کی حفاظت اِس شرط سے منظور کی گئی تھی کہ وہ قریش کو نہ تو خود کوئی مدد دیں اور ان کی جان و مال پر مسلمان حملہ کریں تو آڑے آئیں۔ اطراف مدینے کے قبائل سے بھی معاہدات میں اسے ملحوظ رکھا گیا۔

کارروانی اِسٹیشنوں پر جو لوگ رہتے ہیں اُنھیں کارروانوں کے ٹھیرنے کے زمانے میں کھانے پینے کی چیزیں، پانی اور دیگر ضروریات کے فروخت سے روزگار نکلتا ہے۔ آج کل بھی حجاج کا قافلہ اونٹوں پر جائے تو کئی کئی دن پہلے سے منزلوں پر تیاریاں ہونے لگتی ہیں اور دور دور سے بدوی تربوز، گھی، بھیڑ، بکری وغیرہ وہاں لیجاتے ہیں۔ قریشی کارروانوں کے رُک جانے سے متعدد قبائل نے روزگار کے لئے آنحضرتؐ سے مدد طلب کی تھی اور اشجع وغیرہ اسی طرح حلیف بنے تھے (حوالہ ابن سعد)

اِس سلسلے میں سب سے اہم کارنامہ صلح حُدیبیہ ہے۔ ۶ھ میں مدینہ میں مسلمانوں کو دو خطرے تھے۔ شمال میں خیبر اور جنوب میں مکہ دونوں سے ایک ہی وقت میں مقابلہ ممکن نہ تھا۔ دونوں کی بڑھنے والی دوستی کو روکنا اور ہم خیالی کو ہم عملی کی صورت اختیار نہ کرنے دینا بھی ضروری تھا۔ یہ بھی خوف تھا کہ اگر مسلمان خیبر پر حملہ کرنے جائیں تو مدینے کو فوج سے خالی پاکر مکّے والے آکر نہ لوٹ لیں اور مکّہ پر حملہ کریں تو یہی خدشہ خیبر سے تھا۔ صلح حدیبیہ میں قریش کو اِس بات پر آمادہ کر دینا کہ وہ مسلمانوں کی جنگوں میں غیر جانبدار رہیں گے (اور اُس کے معاوضے میں مسلمان

قریش کا تجارتی راستہ کھول دینگے اور دس سال تک باہم صلح رہے گی۔)
ایک زبردست سیاسی فتح تھی جو مسلمانوں نے حاصل کی کیونکہ قریش کو اس
وقت موثر مدد دے سکنے والے صرف خیبری ہی رہ گئے تھے۔ ان کو
بچھاڑ دینے اور پھر تباہ کر دینے سے قریش کا آئندہ کوئی مددگار نہ رہا۔

۸۔ دشمنوں سے گھیرنا

مذکورۂ بالا اُصول کا ناگزیر نتیجہ یہ تھا کہ رفتہ رفتہ قریش کے اطراف چاروں
طرف مسلمان یا مسلمانوں کے حلیف ممالک اور قبائل جمع ہو جائیں۔ قبائل
اسلم و خزاعہ اس کی بہت نمایاں مثال ہیں جو مکے کے اطراف رہتے تھے۔
آنحضرتؐ کا ابتداء سے یہ اُصول تھا کہ بات کا پاس رہے اور حلیفوں
کی مدد سے کبھی غفلت نہ کی جائے۔ اس کے ساتھ اِسلامی فوجوں کی جنگی
برتری، فتوحات کی دھاک، معاشی وسائل پر زبردست اِقتدار ان تمام
اُمور نے چوطرف کے چھوٹے چھوٹے قبائل کو آنحضرتؐ کا مطیع کر دیا تھا۔

۹۔ دِعایہ کاری

دشمنوں میں پھوٹ ڈالنا بھی ایک مفید اُصول کے طور پر اکثر عہد نبویؐ
میں برتا گیا تھا۔ جنگ خندق اس سلسلے میں کئی نظیریں پیش کرتی ہے
محاصرہ کرنے والے متحدین میں سے قبیلہ غطفان کو اس پر آمادہ کر لیا گیا تھا
کہ وہ بعض شرائط پر محاصرہ اُٹھا کر اور قریش کا ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں۔ مگر

اِن شرائط پر خود مسلمان افسر آمادہ نہ ہوئے گو آنحضرتؐ اُن پر راضی تھے۔

دوسری نظیر اسی جنگ خندق میں قریش اور مدینے کے یہودیوں میں پھوٹ ڈلانا تھا۔ اس میں جتنی زبردست کامیابی ہوئی اس سے سب واقف ہیں کہ قریش نے بیزار ہو کر محاصرہ اٹھا دیا اور بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔

۱۰۔ دشمن کے ایک طبقے کو موہ لینا

یہ اُصول بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ اوپر بیان ہوا کہ قریش کے غلّے کی منڈی جو یمامہ میں تھی بند کرا دی گئی تھی۔ مورخ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مکّے میں قحط نمودار ہو گیا۔ اِس سال عرب میں بارش نہ ہونے سے عام کال بھی تھا۔ اس دباؤ کی قوت کا جب قریش کو اندازہ ہو گیا تو پھر یہ بندش اُٹھا لی گئی، اور وہ بہت ممنون ہوئے۔

یہی نہیں بلکہ اسی زمانے میں پانچ سو اشرفی کی خطیر رقم مکّے کے سردار ابوسفیان کو بھیجی گئی کہ مکے کے فقراء میں تقسیم کر دے۔

اِن کارروائیوں سے مکے میں بیسیوں بہی خواہ پیدا ہو گئے اور اسی طرح کی سیاست سے مختلف مواقع پر اور مختلف ممالک میں مسلمانوں نے فائدہ اُٹھایا۔

۱۱۔ معزز دشمنوں کا اِسلام میں بھی اعزاز

اِس مختصر تبصرے کے آخر میں اس اُصول کا ذکر کیا جا سکتا ہے جو

حدیث میں ہے کہ خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام اذا فقھوا (غیر مسلم معزز اسلام لانے پر بھی معزز رہینگے اگر وہ اسلامی قوانین سے بھی واقف ہو جائیں) یہی وجہ تھی کہ عمرو بن العاصؓ کے اسلام لانے پر انہیں سابقین اولین کا سردار بنا کر فوجی مہموں میں بھیجا گیا۔ ابوسفیان نے اسلام قبول کیا تو نہ صرف انھیں انعام واکرام دیا گیا بلکہ ان کا گھر امن گاہ قرار دیا گیا۔ انھیں لشکروں کی سرداری اور صوبوں کی گورنری بھی فوراً دی جانے لگی۔ خالد ابن الولید کو (باوجود احد میں مسلمانوں کی شکست کا واحد سبب ہونے کے) اسلام لاتے ہی سیف اللہ کے قابل رشک خطاب سے سرفراز کیا گیا۔

اگر سیرت النبی کا ان امور کی تلاش کے لئے مطالعہ کیا جائے تو نہ صرف مذکورۂ بالا اصولوں کی مزید نظریں ملینگی بلکہ اور نئے سیاست کاری کے اصول بھی نظر آ سکتے ہیں۔ یقین ہے کہ اہل علم ان سے مستفید ہو کر اوروں کو محروم نہیں رکھیں گے۔

سیاست

سیاسی واجتماعی علوم کا سہ ماہی خالص علمی رسالہ ہے
جو جنوری سنہ ۱۹۴۰ء سے جاری کیا گیا ہے جس میں سیاسی
واجتماعی زندگی کے مسائل کو صاف اور سلیس زبان کے
ذریعہ اُردو دان طبقہ میں مقبول بنایا جارہا ہے۔ اس میں کسی
خاص جماعت یا مسلک کے خیالات کی نشرو اشاعت سے
احتراز کیا گیا ہے اور موجودہ جنگ یورپ پر تبصرہ وتنقید
کیجاتی ہے قیمت سالانہ (صہ) فی پرچہ (۸عہ) طلبا کیلئے (للعہ)
فی پرچہ ۸عہ

ملنے کا پتہ سید عبدالقادر اینڈ سنس چارمینار فون نمبر (۳۴۰۱)